



شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے فلسفہ اتفاقات کی عصری سیاسی معنویت

Shah Wali Allah Muhaddith Dehlawi's Philosophy of Ittifaqat (Harmony): A Critical and Analytical Study of Its Contemporary Political Relevance

Fawad Saeed

Lecturer Islamic Studies, Szabist University Karachi campus.

Muftifawad.saeed@szabist.pk

Faheem ur Razzaq

M.Phil. Research Scholar, Department of Islamic Studies, Faculty of Social Sciences & Humanities, Hamdard University Karachi.

faheemzahid313@gmail.com

Abstract:

This research article examines the contemporary and political significance of the philosophy of Ittifaqat developed by Shah Wali Allah Muhaddith Dehlawi. It explores the conceptual foundations of this philosophy and highlights its role in promoting social harmony, political stability, justice, and collective welfare within an Islamic framework. Using an analytical and qualitative research methodology, the study investigates Shah Wali Allah's views in light of his primary works and relevant contemporary scholarship. The article argues that his philosophy offers practical guidance for addressing modern political polarization, governance challenges, and social conflicts. It further demonstrates that the principles of moderation, consultation, public interest, and unity emphasized by Shah Wali Allah remain highly relevant for contemporary Muslim societies. The study concludes that his political thought provides a balanced intellectual framework capable of contributing to ethical governance and sustainable social cohesion in the modern world.

Keywords: Shah Wali Allah Dehlawi, Philosophy of Ittifaqat, Contemporary Politics, Islamic Political Thought, Governance, Social Harmony, Maṣlaḥah, Shura.

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی برصغیر کے اُن عظیم مفکرین میں شمار ہوتے ہیں جنہوں نے اسلامی فکر، فقہ، حدیث اور فلسفہ سیاست کو ایک جامع اور متوازن انداز میں پیش کیا۔ ان کے فلسفہ اتفاقات میں انسانی معاشرے، ریاست، اقتدار، عدل اور اجتماعی نظم کے بنیادی اصول نہایت گہرائی کے ساتھ بیان ہوئے ہیں۔ یہ نظریہ نہ صرف اپنے عہد کے سیاسی و سماجی مسائل کا حل پیش کرتا ہے بلکہ عصر حاضر کے پیچیدہ سیاسی، سماجی اور فکری چیلنجز کے تناظر میں بھی غیر معمولی اہمیت رکھتا ہے۔ موجودہ تحقیق میں شاہ ولی اللہ کے فلسفہ اتفاقات کی عصری سیاسی معنویت کا تجزیہ کرتے ہوئے اس کے بنیادی تصورات، عملی جہات اور جدید ریاستی و سماجی نظام میں اس کی افادیت کو واضح کیا جائے گا، تاکہ اسلامی سیاسی فکر کے اس اہم پہلو کو معاصر علمی مباحث کے ساتھ مربوط کیا جاسکے۔

شاہ ولی اللہ کا سیاسی و سماجی پس منظر

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (1703ء-1762ء) برصغیر کی تاریخ کے اس نازک دور میں پیدا ہوئے جب مغلیہ سلطنت سیاسی زوال، انتظامی کمزوری اور معاشرتی انتشار کا شکار ہو چکی تھی۔ اورنگزیب عالمگیر کی وفات (1707ء) کے بعد مرکزی حکومت کی گرفت کمزور ہوتی گئی، صوبائی حکمران خود مختار ہونے لگے اور مختلف داخلی و خارجی طاقتوں نے سلطنت کے استحکام کو شدید نقصان پہنچایا۔ اس صورت حال نے نہ صرف سیاسی نظام کو متاثر کیا بلکہ معاشی اور سماجی سطح پر بھی بے چینی پیدا کی۔¹

اٹھارہویں صدی کے آغاز میں مغلیہ سلطنت کو مرہٹوں، سکھوں، جاٹوں اور دیگر علاقائی قوتوں کے چیلنجز کا سامنا تھا۔ دوسری جانب حکمران طبقے میں عیش پرستی، بد عنوانی اور اقتدار کی کشش نے ریاستی اداروں کو کمزور کر دیا تھا۔ نتیجتاً عوامی زندگی میں عدم تحفظ، معاشی استحصال اور سیاسی بے یقینی عام ہو گئی۔²

اسی دور میں 1739ء میں نادر شاہ کے حملے اور بعد ازاں احمد شاہ ابدالی کی مداخلتوں نے برصغیر کی سیاسی صورت حال کو مزید پیچیدہ بنا دیا۔ شاہ ولی اللہ نے ان حالات کا گہرا مشاہدہ کیا اور محسوس کیا کہ سیاسی انحطاط کی بنیادی وجہ اسلامی اصولوں سے دوری، عدل کے نظام کا فقدان اور اجتماعی نظم کی کمزوری ہے۔ چنانچہ انہوں نے اصلاح معاشرہ اور استحکام ریاست کے لیے ایک جامع فکری منصوبہ پیش کیا۔³

شاہ ولی اللہ کے نزدیک سیاسی بحران محض حکمرانوں کی ناکامی کا نتیجہ نہیں تھا بلکہ اس کے پس پشت اخلاقی اور سماجی زوال بھی کار فرما تھا۔ اسی لیے انہوں نے فرد، معاشرہ اور ریاست کے باہمی تعلق کو از سر نو مرتب کرنے کی کوشش کی اور اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ایک ایسا نظریہ پیش کیا جو بعد میں ”فلسفہ اتفاقات“ کی صورت میں سامنے آیا۔⁴

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی علمی و فکری شخصیت

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی برصغیر کے ان ممتاز علماء اور مفکرین میں شمار ہوتے ہیں جنہوں نے اسلامی علوم کی تجدید، فکری اصلاح اور سیاسی و سماجی رہنمائی کے میدان میں گراں قدر خدمات انجام دیں۔ آپ 1114ھ / 1703ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد شاہ عبد الرحیم اپنے زمانے کے معروف عالم اور فقہاء میں شمار ہوتے تھے اور مشہور فقہی مجموعہ فتاویٰ عالمگیری کی تدوین میں بھی شریک رہے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی اور کم عمری ہی میں قرآن، حدیث، فقہ، تفسیر، منطق اور فلسفہ سمیت مختلف علوم میں مہارت حاصل کر لی۔⁵

شاہ ولی اللہ کی علمی شخصیت کا نمایاں پہلو یہ ہے کہ انہوں نے علوم اسلامیہ کے مختلف شعبوں میں گہرے مطالعے اور اجتہادی بصیرت کا مظاہرہ کیا۔ ان کی فکر محض روایتی دینی تعلیمات تک محدود نہیں تھی بلکہ وہ اپنے عہد کے سیاسی، سماجی اور معاشی مسائل سے بھی مکمل آگاہی رکھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی تصانیف میں فرد کی اصلاح کے ساتھ ساتھ معاشرے اور ریاست کی اصلاح کا تصور بھی واضح طور پر نمایاں نظر آتا ہے۔⁶

¹ شاہ ولی اللہ دہلوی، حجۃ اللہ البالغہ، مترجم: محمد سرور، لاہور: مکتبہ رحمانیہ، 2015ء، ج 1، ص 112

² سید ابوالحسن علی ندوی، تاریخ دعوت و عزیمت، لکھنؤ: اکیڈمی آف اسلامک ریسرچ، 2001ء، ج 5، ص 35-40

³ غلام احمد پرویز، شاہ ولی اللہ اور ان کا فلسفہ، لاہور: طلوع اسلام ٹرسٹ، 1998ء، ص 78

⁴ محمد بشیر سیکوٹی، شاہ ولی اللہ کی سیاسی فکر، لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، 2007ء، ص 54

⁵ شاہ عبد العزیز دہلوی، بستان المحرثین، لاہور: مکتبہ رحمانیہ، 2002ء، ص 112

⁶ سید ابوالحسن علی ندوی، رجال الفكر والدعوة فی الاسلام، لکھنؤ: دار عرفات، 2005ء، ج 4، ص 165

سن 1731ء میں شاہ ولی اللہ نے حجاز مقدس کا سفر کیا جہاں انہوں نے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں جلیل القدر محدثین اور علماء سے استفادہ کیا۔ اس سفر نے ان کی علمی بصیرت میں مزید وسعت پیدا کی اور انہیں عالم اسلام کے فکری رجحانات کو سمجھنے کا موقع ملا۔ واپسی کے بعد انہوں نے تدریس، تصنیف اور اصلاح معاشرہ کو اپنی زندگی کا مقصد بنالیا۔⁷

شاہ ولی اللہ کی فکری خدمات کا سب سے اہم پہلو اسلامی تعلیمات کی عقلی اور حکیمانہ تشریح ہے۔ انہوں نے شریعت کے احکام کی حکمتوں اور مصالح کو واضح کرنے کی کوشش کی اور اس امر پر زور دیا کہ اسلامی قوانین انسانی فطرت اور معاشرتی ضروریات سے ہم آہنگ ہیں۔ ان کی شہرہ آفاق تصنیف حجۃ اللہ البالغہ اسی فکر کی نمائندہ کتاب ہے جس میں انہوں نے اسلامی احکام کی عقلی بنیادوں اور سماجی مقاصد کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔⁸

شاہ ولی اللہ نے فقہی جمود کے خاتمے اور اجتہادی فکر کے فروغ پر بھی زور دیا۔ ان کے نزدیک امت مسلمہ کے زوال کی ایک بڑی وجہ تقلید جامد تھی جس نے علمی ترقی کے دروازے محدود کر دیے تھے۔ چنانچہ انہوں نے قرآن و سنت کی طرف رجوع اور اجتہاد کی ضرورت پر زور دیا تاکہ بدلے ہوئے حالات میں اسلامی تعلیمات کی روشنی میں مسائل کا حل تلاش کیا جاسکے۔⁹

سیاسی فکر کے میدان میں بھی شاہ ولی اللہ کی خدمات نمایاں ہیں۔ انہوں نے اسلامی ریاست کے قیام، عدلی اجتماعی، نظم حکومت اور فلاح عامہ کے اصولوں کو واضح کیا۔ ان کے نزدیک ریاست کا بنیادی مقصد انسانی معاشرے میں عدل، امن اور اجتماعی بھلائی کا قیام ہے۔ اسی تناظر میں انہوں نے فلسفہ ارتقاات پیش کیا جو فرد، معاشرہ اور ریاست کے باہمی تعلق کو سمجھنے کے لیے ایک جامع نظریاتی فریم ورک فراہم کرتا ہے۔¹⁰

اسلامی سیاسی فکر میں شاہ ولی اللہ کا مقام

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ اسلامی سیاسی فکر کی تاریخ میں ایک منفرد اور ممتاز مقام رکھتے ہیں۔ انہوں نے ایسے دور میں اسلامی سیاسی نظریات کو منظم انداز میں پیش کیا جب برصغیر سیاسی انتشار، اخلاقی انحطاط اور انتظامی بحران کا شکار تھا۔ آپ نے اسلامی تعلیمات کی روشنی میں سیاسی نظام کی تشکیل، معاشرتی اصلاح اور ریاستی استحکام کے اصول بیان کیے۔ ان کے نزدیک سیاست کا بنیادی مقصد اقتدار کا حصول نہیں بلکہ عدل، امن اور انسانی فلاح کا قیام ہے۔ اسی وجہ سے ان کی سیاسی فکر محض نظری مباحث تک محدود نہیں بلکہ عملی اصلاح معاشرہ کا جامع پروگرام بھی پیش کرتی ہے۔¹¹

شاہ ولی اللہ نے قرآن و سنت کی بنیاد پر حکومت اور ریاست کے مقاصد کو واضح کرتے ہوئے بیان کیا کہ ریاست انسانی ضروریات کی تکمیل، دینی اقدار کے تحفظ اور عدلی اجتماعی کے قیام کے لیے وجود میں آتی ہے۔ ان کے نزدیک حکمران اللہ تعالیٰ کے احکام کا پابند اور عوام کے حقوق کا محافظ ہوتا ہے۔ اگر حکمران عدل سے انحراف کرے تو ریاستی نظام کمزور اور معاشرہ انتشار کا شکار ہو جاتا ہے۔ اس تصور نے اسلامی سیاسی فکر میں ذمہ دار حکومت اور عوامی خدمت کے نظریے کو مضبوط بنیاد فراہم کی۔¹²

⁷ محمد منور، شاہ ولی اللہ اور ان کی علمی خدمات، لاہور: ادارہ اسلامیات، 2010ء، ص 42

⁸ شاہ ولی اللہ دہلوی، حجۃ اللہ البالغہ، بیروت: دار الکتب العلمیہ، 2005ء، ج 1، ص 8

⁹ خورشید احمد، اسلامی فکر کی تشکیل جدید اور شاہ ولی اللہ، لاہور: اسلامک پبلی کیشنز، 2001ء، ص 89

¹⁰ محمد سرور، فلسفہ شاہ ولی اللہ، لاہور: مکتبہ رحمانیہ، 2014ء، ص 122

¹¹ شاہ ولی اللہ دہلوی، حجۃ اللہ البالغہ، مترجم: مولانا عبدالحق حقانی، فرید بک اسٹال، لاہور، 2015ء، جلد 1، ص 116

¹² شاہ ولی اللہ دہلوی، حجۃ اللہ البالغہ، مترجم: مولانا عبدالحق حقانی، فرید بک اسٹال، لاہور، 2015ء، جلد 1، ص 119

شاہ ولی اللہ کی سیاسی فکر کا ایک اہم پہلو خلافتِ راشدہ کے نظام کو مثالی نمونہ قرار دینا ہے۔ انہوں نے خلفائے راشدین کے طرز حکومت کو اسلامی اصولوں کی حقیقی تعبیر قرار دیا اور اس بات پر زور دیا کہ حکمرانوں کو عدل، مساوات، دیانت اور مشاورت جیسے اصولوں کو اختیار کرنا چاہیے۔ ان کے نزدیک اسلامی حکومت کی کامیابی کا راز ان ہی اصولوں میں پوشیدہ ہے جن پر عہدِ خلافتِ راشدہ کی بنیاد رکھی گئی تھی۔¹³

شاہ ولی اللہ نے شوریائیت کو اسلامی سیاسی نظام کا بنیادی ستون قرار دیا۔ ان کے نزدیک اجتماعی معاملات میں مشاورت نہ صرف بہتر فیصلوں کا ذریعہ بنتی ہے بلکہ استبداد اور آمریت کے امکانات کو بھی کم کرتی ہے۔ انہوں نے یہ تصور پیش کیا کہ حکمران کو اہل علم، اہل تجربہ اور اہل بصیرت افراد سے مشورہ کرنا چاہیے تاکہ ریاستی امور میں توازن اور عدل قائم رہ سکے۔ یہ نظریہ عصر حاضر کے سیاسی نظم میں بھی غیر معمولی اہمیت کا حامل ہے۔¹⁴

شاہ ولی اللہ کی سیاسی فکر کا ایک اور نمایاں پہلو ان کا فلسفہ ارتقاات ہے جس کے ذریعے انہوں نے فرد، معاشرہ اور ریاست کے باہمی تعلق کو واضح کیا۔ ان کے نزدیک انسانی زندگی کی فلاح اور ترقی اجتماعی تعاون اور منظم ریاستی نظام کے بغیر ممکن نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے معاشرتی استحکام، اقتصادی انصاف اور سیاسی نظم کو ایک دوسرے سے مربوط قرار دیا۔ ان کے یہ نظریات آج بھی مسلم دنیا میں سیاسی اصلاح اور فلاحی ریاست کے قیام کے لیے اہم فکری رہنمائی فراہم کرتے ہیں۔¹⁵

فلسفہ ارتقاات کا نظریاتی مطالعہ

ارتقاات کا مفہوم اور تعریف

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کے فکری نظام میں "ارتقاات" کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ یہ تصور دراصل انسانی زندگی کی ان ضروریات، سہولتوں اور اجتماعی انتظامات سے متعلق ہے جن کے ذریعے فرد اور معاشرہ اپنی بقا، ترقی اور فلاح کو یقینی بناتے ہیں۔ لغوی اعتبار سے "ارتقا" عربی لفظ "رفق" سے ماخوذ ہے جس کے معنی نرمی، سہولت اور منفعت حاصل کرنے کے ہیں۔ اصطلاحاً شاہ ولی اللہ کے نزدیک ارتقاات ان تمام ذرائع، اداروں اور اجتماعی نظموں کا نام ہیں جو انسانی زندگی کو منظم، آسان اور باوقار بنانے میں معاون ثابت ہوتے ہیں۔¹⁶

شاہ ولی اللہ نے انسانی معاشرے کا مطالعہ کرتے ہوئے یہ واضح کیا کہ انسان فطر تاً مدنی الطبع ہے اور تنہا اپنی تمام ضروریات پوری نہیں کر سکتا۔ اس لیے وہ دوسروں کے ساتھ تعاون، اشتراک اور باہمی معاونت کا محتاج ہے۔ یہی ضرورت مختلف سماجی، معاشی اور سیاسی اداروں کو جنم دیتی ہے۔ شاہ ولی اللہ کے نزدیک ارتقاات دراصل اسی باہمی تعاون اور اجتماعی تنظیم کا عملی اظہار ہیں جو انسانی تمدن کی بنیاد بنتے ہیں۔¹⁷

فلسفہ ارتقاات کا بنیادی مقصد انسانی زندگی کے مختلف مراحل اور ضروریات کو سمجھنا اور ان کے لیے مناسب اجتماعی نظام فراہم کرنا ہے۔ شاہ ولی اللہ نے اس تصور کے ذریعے واضح کیا کہ انسانی معاشرہ محض افراد کا مجموعہ نہیں بلکہ ایک منظم اکائی ہے جس کے استحکام کے لیے مخصوص اصول اور ضوابط ضروری ہیں۔ اگر یہ اصول نظر انداز کر دیے جائیں تو معاشرہ انتشار، ظلم اور بد امنی کا شکار ہو جاتا ہے۔¹⁸

¹³ شاہ ولی اللہ دہلوی، ازالہ الخفاء عن خلافت الخلفاء، مترجم: مولانا محمد سرور، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، 2013ء، جلد 1، ص 27

¹⁴ مولانا ابوالحسن علی ندوی، تاریخ دعوت و عزیمت، مجلس تحقیقات و نشریات اسلام، لکھنؤ، 2004ء، جلد 5، ص 181

¹⁵ ڈاکٹر محمد بشیر سیالکوٹی، شاہ ولی اللہ کا سیاسی و معاشی نظریہ، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، 1998ء، ص 81

¹⁶ شاہ ولی اللہ دہلوی، حجۃ اللہ البالغہ، مترجم: مولانا عبدالحق حقانی، فرید بک اسٹال، لاہور، 2015ء، جلد 1، ص 95

¹⁷ شاہ ولی اللہ دہلوی، حجۃ اللہ البالغہ، مترجم: مولانا عبدالحق حقانی، فرید بک اسٹال، لاہور، 2015ء، جلد 1، ص 97

¹⁸ ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی، شاہ ولی اللہ: حیات و افکار، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، 2000ء، ص 214

شاہ ولی اللہ کے نزدیک ارتقاات صرف معاشی ضروریات تک محدود نہیں بلکہ اخلاقی، سماجی، تعلیمی اور سیاسی پہلوؤں کو بھی شامل کرتے ہیں۔ انہوں نے انسانی زندگی کی ترقی کو مختلف مراحل میں تقسیم کیا اور ہر مرحلے کے لیے مخصوص اجتماعی انتظامات کی ضرورت کو اجاگر کیا۔ یہی وجہ ہے کہ فلسفہ ارتقاات کو ان کے سیاسی اور سماجی نظریات کی اساس قرار دیا جاتا ہے۔¹⁹

اسلامی فکر کی تاریخ میں فلسفہ ارتقاات ایک منفرد اور جامع نظریہ ہے جس کے ذریعے شاہ ولی اللہ نے فرد، معاشرہ اور ریاست کے تعلق کو نہایت مربوط انداز میں بیان کیا۔ ان کے نزدیک انسانی فلاح کا انحصار ایسے اجتماعی نظام پر ہے جو عدل، تعاون اور مصالح عامہ کے اصولوں پر قائم ہو۔ یہی تصور بعد میں ان کی سیاسی فکر، نظریہ ریاست اور اجتماعی عدل کے مباحث کی بنیاد بنتا ہے۔²⁰

فلسفہ ارتقاات کے مصادر و مہانی

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کا فلسفہ ارتقاات محض عقلی یا تجرباتی نظریہ نہیں بلکہ اسلامی تعلیمات سے ماخوذ ایک جامع فکری نظام ہے۔ انہوں نے انسانی زندگی کے اجتماعی، سیاسی اور معاشرتی مسائل کا تجزیہ کرتے ہوئے ان اصولوں کو قرآن و سنت، انسانی فطرت اور تاریخی تجربات کی روشنی میں مرتب کیا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کا نظریہ ارتقاات اسلامی تہذیب و تمدن کے بنیادی تصورات سے گہرا تعلق رکھتا ہے اور محض فلسفیانہ بحث نہیں بلکہ ایک عملی اور دینی نظریہ ہے۔²¹

فلسفہ ارتقاات کا پہلا اور سب سے بنیادی ماخذ قرآن مجید ہے۔ شاہ ولی اللہ کے نزدیک قرآن کریم انسانی زندگی کے تمام انفرادی اور اجتماعی پہلوؤں کے لیے بنیادی رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ قرآن انسان کو تعاون، عدل، اخوت، مشاورت اور اجتماعی ذمہ داری کی تعلیم دیتا ہے، جو فلسفہ ارتقاات کی اساس ہیں۔ اسی بنا پر شاہ ولی اللہ نے انسانی معاشرت کی تشکیل میں قرآنی اصولوں کو بنیادی حیثیت دی اور یہ واضح کیا کہ کسی بھی اجتماعی نظام کی کامیابی ان اصولوں کی پاسداری سے وابستہ ہے۔²²

فلسفہ ارتقاات کا دوسرا اہم ماخذ سنت نبوی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ منورہ میں جو معاشرتی اور سیاسی نظام قائم فرمایا، وہ انسانی ارتقا اور اجتماعی تنظیم کا بہترین نمونہ تھا۔ شاہ ولی اللہ نے سیرت نبوی اور عہد نبوی کے اجتماعی اداروں کو انسانی فلاح اور ریاستی استحکام کے لیے مثالی قرار دیا۔ ان کے نزدیک اسلامی معاشرہ اسی وقت اپنے مقاصد حاصل کر سکتا ہے جب وہ سنت نبوی کے اجتماعی اصولوں کو اختیار کرے۔²³

انسانی فطرت بھی فلسفہ ارتقاات کا ایک اہم ماخذ ہے۔ شاہ ولی اللہ کے نزدیک اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایسی فطرت پر پیدا کیا ہے جو تعاون، معاشرت اور اجتماعی زندگی کا تقاضا کرتی ہے۔ انسان اپنی ضروریات کی تکمیل کے لیے دوسروں کا محتاج ہے، اس لیے باہمی تعاون اور اجتماعی نظم ایک فطری ضرورت ہے۔ ارتقاات کا پورا نظام اسی فطری حقیقت کی تشریح اور تنظیم پر مبنی ہے۔²⁴

¹⁹ ڈاکٹر محمد بشیر سیالکوٹی، شاہ ولی اللہ کا سیاسی و معاشی نظریہ، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، 1998ء، ص 92

²⁰ شاہ ولی اللہ دہلوی، حجۃ اللہ البالغہ، مترجم: مولانا عبدالحق حقانی، فرید بک اسٹال، لاہور، 2015ء، جلد 1، ص 101

²¹ شاہ ولی اللہ دہلوی، حجۃ اللہ البالغہ، مترجم: مولانا عبدالحق حقانی، فرید بک اسٹال، لاہور، 2015ء، جلد 1، ص 102

²² شاہ ولی اللہ دہلوی، حجۃ اللہ البالغہ، مترجم: مولانا عبدالحق حقانی، فرید بک اسٹال، لاہور، 2015ء، جلد 1، ص 104

²³ شاہ ولی اللہ دہلوی، ازالۃ الخفاء عن خلافتہ الخلفاء، مترجم: مولانا محمد سرور، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، 2013ء، جلد 1، ص 41

²⁴ ڈاکٹر محمد بشیر سیالکوٹی، شاہ ولی اللہ کا سیاسی و معاشی نظریہ، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، 1998ء، ص 96

شاہ ولی اللہ نے تاریخی تجربات اور انسانی تمدن کے ارتقائی عمل کو بھی اپنے نظریے کی تشکیل میں اہمیت دی ہے۔ انہوں نے مختلف اقوام اور تہذیبوں کے حالات کا مطالعہ کر کے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ وہی معاشرے ترقی کرتے ہیں جن میں اجتماعی نظم، عدل، تعاون اور ذمہ داری کا شعور موجود ہو۔ اس طرح ان کا فلسفہ ارتقا فطرت و وحی، فطرت اور تجربے کے امتزاج سے تشکیل پانے والا ایک جامع نظریہ بن جاتا ہے۔²⁵

ارتقائی اول، ثانی، ثالث اور رابع

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے انسانی تمدن اور معاشرتی ارتقاء کو سمجھنے کے لیے ارتقا فطرت کو چار بنیادی درجات میں تقسیم کیا ہے۔ ان کے نزدیک انسانی زندگی محض انفرادی وجود کا نام نہیں بلکہ مختلف اجتماعی اور تمدنی مراحل سے گزر کر ترقی کرتی ہے۔ یہی مراحل ارتقا فطرت کہلاتے ہیں۔ شاہ ولی اللہ نے ان درجات کے ذریعے یہ واضح کیا کہ کس طرح انسان اپنی ابتدائی ضروریات سے آگے بڑھ کر ایک منظم اور مہذب معاشرہ تشکیل دیتا ہے۔ ان کے نزدیک یہ ارتقائی عمل انسانی فطرت، عقل اور اجتماعی ضرورتوں کا تقاضا ہے۔²⁶

• ارتقائی اول

ارتقائی اول انسانی زندگی کا ابتدائی اور بنیادی درجہ ہے۔ اس سے مراد وہ ضروریات ہیں جو انسان کی بقا اور جسمانی زندگی کے لیے ناگزیر ہیں، مثلاً خوراک، لباس، رہائش اور جسمانی حفاظت۔ شاہ ولی اللہ کے نزدیک انسان فطری طور پر ان ضروریات کے حصول کی کوشش کرتا ہے کیونکہ ان کے بغیر زندگی کا تسلسل ممکن نہیں۔ اس مرحلے میں انسان بنیادی طور پر اپنی ذاتی ضروریات کی تکمیل پر توجہ دیتا ہے اور اس کی سرگرمیوں کا محور اپنی بقا کو یقینی بنانا ہوتا ہے۔²⁷

شاہ ولی اللہ کے نزدیک ارتقائی اول دراصل تمام تمدنی ترقیات کی بنیاد ہے۔ جب تک انسان اپنی بنیادی ضروریات پوری نہ کر لے، وہ اعلیٰ سماجی اور سیاسی مراحل کی طرف پیش قدمی نہیں کر سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے بھی انسانی ضروریات کے تحفظ کو بنیادی اہمیت دی ہے اور جان، مال اور عزت کے تحفظ کو شریعت کے بنیادی مقاصد میں شامل کیا ہے۔²⁸

• ارتقائی ثانی

ارتقائی ثانی انسانی زندگی کے اس مرحلے کی نمائندگی کرتا ہے جہاں انسان اپنی انفرادی زندگی سے آگے بڑھ کر خاندانی اور معاشرتی زندگی میں داخل ہوتا ہے۔ اس مرحلے میں نکاح، خاندان، معاشی تبادلہ، پیشے اور مختلف سماجی تعلقات وجود میں آتے ہیں۔ شاہ ولی اللہ کے مطابق چونکہ انسان تنہا اپنی تمام ضروریات پوری نہیں کر سکتا، اس لیے دوسروں کے ساتھ تعاون اور اشتراک پر مبنی معاشرتی نظام قائم کرتا ہے۔²⁹

ارتقائی ثانی کے ذریعے انسانی معاشرے میں مختلف پیشوں، صنعتوں اور اقتصادی سرگرمیوں کا آغاز ہوتا ہے۔ کاشت کاری، تجارت، دستکاری اور دیگر معاشی شعبے اسی مرحلے میں ترقی پاتے ہیں۔ اس طرح باہمی تعاون اور تقسیم کار کا نظام وجود میں آتا ہے جو معاشرتی استحکام اور معاشی ترقی کا ذریعہ بنتا ہے۔³⁰

²⁵ مولانا ابوالحسن علی ندوی، تاریخ دعوت و عزیمت، مجلس تحقیقات و نشریات اسلام، لکھنؤ، 2004ء، جلد 5، ص 194

²⁶ شاہ ولی اللہ دہلوی، حجتہ اللہ البالغہ، مترجم: مولانا عبدالحق حقانی، فرید بک اسٹال، لاہور، 2015ء، جلد 1، ص 106

²⁷ شاہ ولی اللہ دہلوی، حجتہ اللہ البالغہ، مترجم: مولانا عبدالحق حقانی، فرید بک اسٹال، لاہور، 2015ء، جلد 1، ص 108

²⁸ ڈاکٹر محمد بشیر سیالکوٹی، شاہ ولی اللہ کا سیاسی و معاشی نظریہ، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، 1998ء، ص 101

²⁹ شاہ ولی اللہ دہلوی، حجتہ اللہ البالغہ، مترجم: مولانا عبدالحق حقانی، فرید بک اسٹال، لاہور، 2015ء، جلد 1، ص 110

• ارتقائی ثالث

ارتقائی ثالث انسانی تمدن کے اس مرحلے کا نام ہے جس میں معاشرہ سیاسی تنظیم اور ریاستی نظم کی ضرورت محسوس کرتا ہے۔ جب آبادی اور اجتماعی معاملات میں وسعت پیدا ہوتی ہے تو ان کے نظم و نسق کے لیے ایک مقتدر اتھارٹی کی ضرورت پیش آتی ہے۔ شاہ ولی اللہ کے نزدیک اسی ضرورت کے نتیجے میں حکومت، ریاست اور مختلف انتظامی ادارے وجود میں آتے ہیں۔ (31)

اس مرحلے میں عدالتی نظام، انتظامی ڈھانچہ، قانون سازی اور دفاعی ادارے تشکیل پاتے ہیں۔ شاہ ولی اللہ کے مطابق ریاست کا بنیادی مقصد عدل کا قیام، ظلم کا خاتمہ اور اجتماعی مفادات کا تحفظ ہے۔ اگر سیاسی نظم کمزور ہو جائے تو معاشرہ بد امنی، انتشار اور باہمی نزاعات کا شکار ہو جاتا ہے۔³¹

• ارتقائی رابع

ارتقائی رابع انسانی تمدن کا اعلیٰ ترین مرحلہ ہے۔ اس سے مراد وہ بین الاقوامی اور تہذیبی سطح ہے جہاں مختلف اقوام، ریاستیں اور تہذیبیں باہمی تعلقات قائم کرتی ہیں۔

شاہ ولی اللہ کے نزدیک یہ مرحلہ انسانی ترقی کی معراج ہے کیونکہ اس میں علم، تہذیب، سیاست اور معیشت کے دائرے قومی حدود سے نکل کر عالمی سطح تک پھیل جاتے ہیں۔³²

ارتقائی رابع میں اقوام کے درمیان تعلقات، سفارت کاری، بین الاقوامی معاہدات، جنگ و امن کے اصول اور تہذیبی تبادلے شامل ہوتے ہیں۔ شاہ ولی اللہ نے اس مرحلے کو انسانی اجتماعیت کی بلند ترین شکل قرار دیا ہے جہاں مشترکہ انسانی مصالح اور اجتماعی فلاح کو پیش نظر رکھا جاتا ہے۔ عصر حاضر کے بین الاقوامی تعلقات اور عالمی اداروں کے تناظر میں بھی ان کا یہ تصور غیر معمولی اہمیت کا حامل ہے۔³³

فلسفہ ارتقاات کے یہ چار درجات دراصل انسانی زندگی کے تدریجی ارتقاء کی جامع تصویر پیش کرتے ہیں۔ شاہ ولی اللہ نے ان کے ذریعے یہ واضح کیا کہ فرد، خاندان، معاشرہ، ریاست اور بین الاقوامی نظام ایک دوسرے سے مربوط ہیں اور ان میں سے کسی ایک کی کمزوری پورے تمدنی نظام کو متاثر کر سکتی ہے۔ یہی جامعیت فلسفہ ارتقاات کو اسلامی سیاسی و سماجی فکر کا ایک منفرد نظریہ بناتی ہے۔³⁴

فرد، معاشرہ اور ریاست کے باہمی تعلق کا تصور

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کے فلسفہ ارتقاات کا ایک بنیادی پہلو فرد، معاشرہ اور ریاست کے باہمی تعلق کی وضاحت ہے۔ ان کے نزدیک یہ تینوں عناصر ایک دوسرے سے الگ اور مستقل اکائیاں نہیں بلکہ ایک مربوط نظام کے اجزاء ہیں۔ فرد معاشرے کی بنیاد ہے، معاشرہ افراد کے مجموعے سے تشکیل پاتا ہے اور ریاست اس معاشرے کے نظم و استحکام کا ذریعہ بنتی ہے۔ اگر ان میں سے کسی ایک عنصر میں خرابی پیدا ہو جائے تو پورا اجتماعی نظام متاثر ہو جاتا ہے۔³⁵

³⁰ ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی، شاہ ولی اللہ: حیات و افکار، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، 2000ء، ص 223

³¹ شاہ ولی اللہ دہلوی، حجتہ اللہ البالغہ، مترجم: مولانا عبدالحق حقانی، فرید بک اسٹال، لاہور، 2015ء، جلد 1، ص 113

³² شاہ ولی اللہ دہلوی، از الہ الخلفاء عن خلافت الخلفاء، مترجم: مولانا محمد سرور، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، 2013ء، جلد 1، ص 53

³³ شاہ ولی اللہ دہلوی، حجتہ اللہ البالغہ، مترجم: مولانا عبدالحق حقانی، فرید بک اسٹال، لاہور، 2015ء، جلد 1، ص 115

³⁴ مولانا ابوالحسن علی ندوی، تاریخ دعوت و عزیمت، مجلس تحقیقات و نشریات اسلام، لکھنؤ، 2004ء، جلد 5، ص 201

³⁵ ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار، شاہ ولی اللہ کا فلسفہ ارتقاات اور اس کے سماجی مضمرات، اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور، 2012ء، ص 58

شاہ ولی اللہ کے نزدیک فرد انسانی معاشرے کی پہلی اکائی ہے۔ ہر انسان فطری طور پر مخصوص صلاحیتوں، ضروریات اور ذمہ داریوں کے ساتھ پیدا ہوتا ہے۔ اسلام فرد کو عزت، آزادی اور حقوق عطا کرتا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ اسے اجتماعی ذمہ داریوں کا بھی پابند بناتا ہے۔ شاہ ولی اللہ کے مطابق فرد کی اصلاح کے بغیر معاشرے کی اصلاح ممکن نہیں کیونکہ معاشرہ درحقیقت افراد ہی کے مجموعے کا نام ہے۔³⁶

معاشرہ فرد اور ریاست کے درمیان ایک رابطے کی حیثیت رکھتا ہے۔ شاہ ولی اللہ کے نزدیک معاشرہ انسانی تعاون، اخوت، عدل اور باہمی حقوق و فرائض کی بنیاد پر قائم ہوتا ہے۔ اگر معاشرے میں اخلاقی اقدار کمزور ہو جائیں تو ریاست بھی اپنے مقاصد حاصل نہیں کر سکتی۔ اسی لیے انہوں نے معاشرتی اصلاح، تعلیم، اخلاق اور اجتماعی شعور کو سیاسی استحکام کے لیے ناگزیر قرار دیا ہے۔³⁷

شاہ ولی اللہ کے نزدیک ریاست کا وجود انسانی معاشرے کی ضروریات کا فطری نتیجہ ہے۔ جب افراد اور معاشرہ وسعت اختیار کرتے ہیں تو ان کے معاملات کے نظم و نسق، حقوق کے تحفظ اور تنازعات کے حل کے لیے ایک مقتدر نظام کی ضرورت پیش آتی ہے۔ یہی ضرورت ریاست کو جنم دیتی ہے۔ ان کے نزدیک ریاست کا بنیادی مقصد عوام پر تسلط قائم کرنا نہیں بلکہ عدل کا قیام، امن کا تحفظ اور مصالح عامہ کی نگرانی کرنا ہے۔³⁸

فرد، معاشرہ اور ریاست کے درمیان حقوق و فرائض کا توازن شاہ ولی اللہ کی سیاسی فکر کا اہم اصول ہے۔ فرد ریاست کا مطیع اور قانون کا پابند ہے، جبکہ ریاست فرد کے بنیادی حقوق کے تحفظ کی ذمہ دار ہے۔ اسی طرح معاشرہ افراد کی اخلاقی تربیت اور اجتماعی نظم کے استحکام میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ جب یہ تینوں عناصر اپنی اپنی ذمہ داریاں ادا کرتے ہیں تو ایک متوازن اور مستحکم نظام وجود میں آتا ہے۔³⁹

شاہ ولی اللہ اس بات پر زور دیتے ہیں کہ ریاست کی قوت کا اصل سرچشمہ عوام کی اخلاقی قوت اور معاشرتی استحکام ہے۔ اگر افراد میں دیانت، امانت اور ذمہ داری کا احساس موجود نہ ہو تو مضبوط ترین ریاستی ڈھانچہ بھی دیرپا ثابت نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح اگر ریاست عدل اور انصاف سے محروم ہو جائے تو معاشرہ انتشار اور بد اعتمادی کا شکار ہو جاتا ہے۔ اس لیے انہوں نے فردی اصلاح، معاشرتی استحکام اور ریاستی عدل کو ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم قرار دیا ہے۔⁴⁰

فلسفہ ارتقا قات کی روشنی میں شاہ ولی اللہ کا یہ تصور عصر حاضر میں بھی نہایت اہمیت کا حامل ہے۔ جدید سیاسی نظریات میں اگرچہ فردی آزادی، سماجی تنظیم اور ریاستی اختیارات پر الگ الگ بحث کی جاتی ہے، لیکن شاہ ولی اللہ نے صدیوں قبل ان تمام عناصر کو ایک متوازن اور ہم آہنگ نظام کے طور پر پیش کیا تھا۔ یہی جامعیت ان کی سیاسی فکر کو عصری مباحث میں بھی قابل قدر بناتی ہے۔⁴¹

فلسفہ ارتقا قات کے سیاسی البعاد

ریاست اور حاکمیت کا تصور

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کی سیاسی فکر میں ریاست ایک ناگزیر سماجی ادارہ ہے جو انسانی زندگی میں نظم، عدل اور استحکام کے قیام کے لیے وجود میں آتا ہے۔ ان کے نزدیک انسان فطرتاً اجتماعی زندگی گزارنے پر مجبور ہے، اور جب افراد مل کر معاشرہ تشکیل دیتے ہیں تو ان کے معاملات کو منظم کرنے کے لیے ایک مقتدر نظام کی

³⁶ شاہ ولی اللہ دہلوی، حجتہ اللہ البالغہ، مترجم: مولانا عبدالحق حقانی، فرید بک اسٹال، لاہور، 2015ء، جلد 1، ص 118

³⁷ شاہ ولی اللہ دہلوی، حجتہ اللہ البالغہ، مترجم: مولانا عبدالحق حقانی، فرید بک اسٹال، لاہور، 2015ء، جلد 1، ص 120

³⁸ ڈاکٹر محمد بشیر سیالکوٹی، شاہ ولی اللہ کا سیاسی و معاشی نظریہ، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، 1998ء، ص 107

³⁹ شاہ ولی اللہ دہلوی، ازالۃ الخفاء عن خلافت الخلفاء، مترجم: مولانا محمد سرور، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، 2013ء، جلد 1، ص 61

⁴⁰ ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی، شاہ ولی اللہ: حیات و افکار، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، 2000ء، ص 229

⁴¹ مولانا ابوالحسن علی ندوی، تاریخ دعوت و عزیمت، مجلس تحقیقات و نشریات اسلام، لکھنؤ، 2004ء، جلد 5، ص 208

ضرورت پیش آتی ہے۔ یہی ضرورت ریاست کے قیام کا سبب بنتی ہے۔ شاہ ولی اللہ کے نزدیک ریاست کوئی مصنوعی یا جابرانہ ادارہ نہیں بلکہ انسانی فطرت اور اجتماعی ضرورت کا تقاضا ہے۔⁴²

شاہ ولی اللہ کے مطابق حاکمیت مطلقہ صرف اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے، کیونکہ وہی خالق، مالک اور حقیقی قانون ساز ہے۔ انسانی حکومت اور سیاسی اقتدار دراصل اللہ تعالیٰ کی نیابت اور امانت کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس لیے کوئی حکمران یا ادارہ مطلق اختیار کا مالک نہیں ہو سکتا بلکہ اسے شریعت الہی کے دائرے میں رہ کر اپنے فرائض انجام دینا ہوتے ہیں۔ یہ تصور اسلامی سیاسی فکر میں حاکمیت الہیہ کے اصول کی مضبوط بنیاد فراہم کرتا ہے۔⁴³

شاہ ولی اللہ نے واضح کیا کہ ریاست کا اصل مقصد محض امن و امان قائم کرنا نہیں بلکہ عدل اجتماعی کا نفاذ، انسانی حقوق کا تحفظ اور عوامی فلاح کا حصول بھی ہے۔ ان کے نزدیک حکومت اس وقت اپنے حقیقی مقصد کو حاصل کرتی ہے جب وہ کمزور طبقات کے حقوق کی حفاظت کرے، ظلم کا خاتمہ کرے اور معاشرے میں انصاف کو فروغ دے۔ اگر ریاست ان مقاصد سے غفلت برتے تو اس کی اخلاقی اور سیاسی حیثیت کمزور ہو جاتی ہے۔⁴⁴

شاہ ولی اللہ کی فکر میں حکمران کو ایک امانت دار اور ذمہ دار قائد کی حیثیت حاصل ہے۔ وہ حکمران کے لیے دیانت، تقویٰ، عدل، حکمت اور عوامی خدمت جیسی صفات کو ضروری قرار دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک حکمران کا منصب ذاتی مفادات یا اقتدار کے اظہار کے لیے نہیں بلکہ عوامی خدمت اور دینی و اجتماعی مصالح کے تحفظ کے لیے ہے۔ اسی لیے انہوں نے خلافت راشدہ کے نظام کو حکمرانی کا بہترین نمونہ قرار دیا ہے۔⁴⁵

شاہ ولی اللہ کے نزدیک ریاست اور رعایا کے درمیان تعلق حقوق و فرائض کے توازن پر قائم ہونا چاہیے۔ رعایا پر لازم ہے کہ وہ جائز امور میں حکومت کی اطاعت کرے اور اجتماعی نظم کو برقرار رکھنے میں اپنا کردار ادا کرے، جبکہ حکومت پر لازم ہے کہ وہ عدل و انصاف کے ساتھ عوام کے حقوق کا تحفظ کرے۔ جب دونوں اپنی ذمہ داریاں ادا کرتے ہیں تو سیاسی استحکام اور معاشرتی امن وجود میں آتا ہے۔⁴⁶

فلسفہ ارتقا کے تناظر میں شاہ ولی اللہ ریاست کو انسانی ترقی اور تمدنی ارتقاء کا اہم ذریعہ قرار دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک ایک منظم اور عادل ریاست نہ صرف افراد کی جان و مال کا تحفظ کرتی ہے بلکہ علم، معیشت، تہذیب اور اخلاقی اقدار کے فروغ میں بھی بنیادی کردار ادا کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی سیاسی فکر میں ریاست کو محض انتظامی ادارہ نہیں بلکہ انسانی فلاح کے ایک جامع وسیلے کے طور پر دیکھا گیا ہے۔⁴⁷

عصر حاضر میں جب ریاست، اقتدار اور حاکمیت کے مختلف نظریات زیر بحث ہیں، شاہ ولی اللہ کا تصور ریاست ایک متوازن اور جامع نمونہ پیش کرتا ہے۔ ان کی فکر میں نہ مطلق العنانیت کی گنجائش ہے اور نہ ہی ایسی آزادی کی جو اجتماعی نظم کو نقصان پہنچائے۔ ان کے نزدیک ریاست کا استحکام، قانون کی بالادستی، عدل اجتماعی اور عوامی فلاح ایک دوسرے سے مربوط اصول ہیں جو ایک مثالی سیاسی نظام کی بنیاد بنتے ہیں۔

⁴² ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار، شاہ ولی اللہ کا فلسفہ ارتقا، تفقاات اور اس کے سماجی مضمرات، اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور، 2012ء، ص 67

⁴³ شاہ ولی اللہ دہلوی، حجتہ اللہ البالغہ، مترجم: مولانا عبدالحق حقانی، فرید بک اسٹال، لاہور، 2015ء، جلد 1، ص 123

⁴⁴ شاہ ولی اللہ دہلوی، ازالۃ الخفاء عن خلافت الخلفاء، مترجم: مولانا محمد سرور، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، 2013ء، جلد 1، ص 67

⁴⁵ شاہ ولی اللہ دہلوی، حجتہ اللہ البالغہ، مترجم: مولانا عبدالحق حقانی، فرید بک اسٹال، لاہور، 2015ء، جلد 1، ص 125

⁴⁶ شاہ ولی اللہ دہلوی، ازالۃ الخفاء عن خلافت الخلفاء، مترجم: مولانا محمد سرور، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، 2013ء، جلد 1، ص 72

⁴⁷ ڈاکٹر محمد بشیر سیالکوٹی، شاہ ولی اللہ کا سیاسی و معاشی نظریہ، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، 1998ء، ص 118

عدلی اجتماعی اور سیاسی استحکام

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کی سیاسی فکر میں عدلی اجتماعی کو ریاست کے استحکام اور معاشرتی ترقی کی بنیادی شرط قرار دیا گیا ہے۔ ان کے نزدیک کسی بھی سیاسی نظام کی کامیابی کا انحصار اس بات پر ہے کہ وہ اپنے شہریوں کے ساتھ کس حد تک انصاف کرتا ہے۔ اگر معاشرے میں عدل قائم ہو تو امن، خوشحالی اور استحکام پیدا ہوتا ہے، جبکہ ظلم، نا انصافی اور استحصال معاشرتی انتشار اور سیاسی زوال کا سبب بنتے ہیں۔ اسی لیے شاہ ولی اللہ نے عدل کو انسانی اجتماع کے بنیادی ستونوں میں شمار کیا ہے۔⁴⁸

شاہ ولی اللہ کے مطابق عدل صرف عدالتی فیصلوں تک محدود نہیں بلکہ زندگی کے تمام شعبوں میں توازن، مساوات اور حقوق کی ادائیگی کا نام ہے۔ ان کے نزدیک حکمران، قاضی، تاجر، عالم اور عام شہری سب پر لازم ہے کہ وہ اپنے فرائض دیانت داری سے انجام دیں اور دوسروں کے حقوق کا احترام کریں۔ جب معاشرے کے تمام طبقات عدل کے اصولوں کی پابندی کرتے ہیں تو اجتماعی ہم آہنگی اور استحکام پیدا ہوتا ہے۔⁴⁹

شاہ ولی اللہ نے ظلم کو ریاستی زوال کی بڑی وجوہات میں شمار کیا ہے۔ ان کے نزدیک جب حکمران اپنی رعایا پر ظلم کرتے ہیں، عوامی حقوق غصب کیے جاتے ہیں اور قانون صرف کمزور طبقے پر نافذ ہوتا ہے تو ریاست کی بنیادیں کمزور ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔ تاریخ گواہ ہے کہ بہت سی طاقتور سلطنتیں ظلم اور نا انصافی کی وجہ سے تباہ ہوئیں۔ اسی لیے انہوں نے حکمرانوں کو عدل و انصاف اختیار کرنے کی تلقین کی ہے۔⁵⁰

شاہ ولی اللہ کے نزدیک سیاسی استحکام صرف طاقت کے ذریعے حاصل نہیں کیا جاسکتا بلکہ اس کے لیے عوام کا اعتماد اور رضامندی ضروری ہے۔ جب عوام یہ محسوس کریں کہ ریاست ان کے جان و مال، عزت اور بنیادی حقوق کا تحفظ کر رہی ہے تو وہ ریاستی نظام کا ساتھ دیتے ہیں۔ اس کے برعکس جب نا انصافی عام ہو جائے تو عوام اور حکومت کے درمیان اعتماد ختم ہو جاتا ہے جس سے سیاسی بحران پیدا ہوتا ہے۔⁵¹

فلسفہ ارتقا کے روشنی میں عدلی اجتماعی معاشرے کے مختلف طبقات کے درمیان توازن قائم کرتا ہے۔ شاہ ولی اللہ کے نزدیک دولت، اختیارات اور وسائل کی غیر منصفانہ تقسیم معاشرتی بے چینی کو جنم دیتی ہے۔ اس لیے ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ ایسے اقدامات کرے جن سے کمزور طبقات کے حقوق محفوظ ہوں اور معاشی و سماجی انصاف کو فروغ حاصل ہو۔⁵²

شاہ ولی اللہ کے نزدیک عدل کا قیام صرف حکمران طبقے کی ذمہ داری نہیں بلکہ پورے معاشرے کی مشترکہ ذمہ داری ہے۔ علماء، دانشور، تاجر، اہل اقتدار اور عام افراد سب کو عدل کے قیام میں اپنا کردار ادا کرنا چاہیے۔ جب پورا معاشرہ عدل کو اپنی اجتماعی قدر بنالیتا ہے تو سیاسی نظام مضبوط اور مستحکم ہو جاتا ہے۔⁵³

عصر حاضر میں بھی شاہ ولی اللہ کا نظریہ عدلی اجتماعی غیر معمولی اہمیت رکھتا ہے۔ جدید ریاستوں کو جن مسائل کا سامنا ہے، مثلاً بد عنوانی، طبقاتی تفاوت، اختیارات کا ناجائز استعمال اور قانون کی غیر مساوی عمل داری، ان کے حل کے لیے شاہ ولی اللہ کی تعلیمات مؤثر رہنمائی فراہم کرتی ہیں۔ ان کے نزدیک پائیدار سیاسی استحکام کا راستہ عدل، مساوات اور عوامی فلاح سے ہو کر گزرتا ہے۔

⁴⁸ ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی، شاہ ولی اللہ: حیات و افکار، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، 2000ء، ص 241

⁴⁹ شاہ ولی اللہ دہلوی، حجتہ اللہ البالغہ، مترجم: مولانا عبدالحق حقانی، فرید بک اسٹال، لاہور، 2015ء، جلد 1، ص 127

⁵⁰ شاہ ولی اللہ دہلوی، حجتہ اللہ البالغہ، مترجم: مولانا عبدالحق حقانی، فرید بک اسٹال، لاہور، 2015ء، جلد 1، ص 129

⁵¹ شاہ ولی اللہ دہلوی، ازالۃ الخفاء عن خلافت الخلفاء، مترجم: مولانا محمد سرور، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، 2013ء، جلد 1، ص 78

⁵² ڈاکٹر محمد بشیر سیالکوٹی، شاہ ولی اللہ کا سیاسی و معاشی نظریہ، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، 1998ء، ص 124

⁵³ ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی، شاہ ولی اللہ: حیات و افکار، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، 2000ء، ص 247

شورائیت، قیادت اور نظم حکومت

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کے سیاسی نظام میں شورائیت (مشاورت) کو بنیادی اصول کی حیثیت حاصل ہے۔ ان کے نزدیک کوئی بھی حکومتی نظام اس وقت تک مستحکم اور مؤثر نہیں ہو سکتا جب تک اس میں اہل علم، اہل تجربہ اور اہل بصیرت افراد کی مشاورت شامل نہ ہو۔ وہ اس بات پر زور دیتے ہیں کہ حکمران کو اپنے فیصلوں میں اجتماعی عقل اور مشورے سے فائدہ اٹھانا چاہیے، کیونکہ انفرادی رائے اکثر محدود ہوتی ہے جبکہ اجتماعی رائے زیادہ جامع اور متوازن ہوتی ہے۔⁵⁴

شاہ ولی اللہ کے نزدیک قیادت ایک عظیم امانت ہے جس کے ساتھ بھاری ذمہ داریاں وابستہ ہیں۔ حکمران کو صرف اقتدار کا مالک نہیں بلکہ عوام کا خادم سمجھا جانا چاہیے۔ قیادت کے لیے دیانت، عدل، علم، بصیرت اور تقویٰ بنیادی شرائط ہیں۔ اگر قیادت ان اوصاف سے محروم ہو جائے تو ریاستی نظام کمزور اور معاشرتی ڈھانچہ غیر متوازن ہو جاتا ہے۔ اس لیے انہوں نے قیادت کو اخلاقی اور دینی معیار کے ساتھ جوڑ کر پیش کیا ہے۔⁵⁵

شاہ ولی اللہ کے مطابق اسلامی نظم حکومت کی کامیابی کا دار و مدار اس بات پر ہے کہ اس میں عدل، مشاورت اور ذمہ داری کا کتنا لحاظ رکھا گیا ہے۔ اگر حکمران طبقہ عوامی مشاورت کو نظر انداز کرے اور ذاتی مفادات کو ترجیح دے تو ریاستی نظام میں بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے۔ اسی لیے وہ خلفائے راشدین کے نظام حکومت کو مثالی قرار دیتے ہیں جہاں فیصلے اجتماعی مشورے سے کیے جاتے تھے۔⁵⁶

ان کے نزدیک شورائیت صرف ایک سیاسی طریقہ کار نہیں بلکہ ایک اخلاقی اور دینی اصول بھی ہے جو حکمران اور عوام کے درمیان اعتماد پیدا کرتا ہے۔ مشاورت کے ذریعے نہ صرف بہتر فیصلے ممکن ہوتے ہیں بلکہ حکمران اور رعایا کے درمیان فاصلے بھی کم ہوتے ہیں، جس سے ریاستی استحکام کو فروغ ملتا ہے۔⁵⁷

شاہ ولی اللہ نے نظم حکومت میں مرکزیت اور توازن دونوں کو ضروری قرار دیا ہے۔ ان کے نزدیک ریاست کا نظام اس طرح ہونا چاہیے کہ ایک مضبوط مرکز موجود ہو جو پورے نظام کو متحد رکھے، لیکن ساتھ ہی مختلف اداروں اور مشاورتی حلقوں کو بھی مناسب اختیارات حاصل ہوں۔ اس توازن کے بغیر یا تو انتشار پیدا ہوتا ہے یا آمریت مضبوط ہو جاتی ہے۔⁵⁸

عصر حاضر میں شاہ ولی اللہ کا نظریہ شورائیت اور قیادت نہایت اہمیت رکھتا ہے۔ جدید ریاستوں میں جمہوری نظام، پارلیمانی طرز حکومت اور ادارہ جاتی مشاورت کے جو اصول رائج ہیں، ان کے فکری پہلو شاہ ولی اللہ کی تعلیمات سے کسی حد تک ہم آہنگ نظر آتے ہیں۔ ان کا تصور ہمیں یہ سکھاتا ہے کہ مضبوط ریاست وہی ہے جو مشاورت، عدل اور اخلاقی قیادت پر قائم ہو۔

معاشرتی فلاح اور اجتماعی ذمہ داری

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کے نزدیک ریاست اور معاشرے کی اصل کامیابی معاشرتی فلاح کے قیام میں مضمر ہے۔ ان کے فلسفہ ارتقا کے مطابق انسان کی انفرادی زندگی اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتی جب تک معاشرے میں عدل، تعاون اور بنیادی ضروریات کی منصفانہ تقسیم موجود نہ ہو۔ اس لیے ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ عوام کی فلاح و بہبود کو اپنی اولین ترجیح بنائے اور کمزور طبقات کے تحفظ کو یقینی بنائے۔⁵⁹

⁵⁴ مولانا ابوالحسن علی ندوی، تاریخ دعوت و عزیمت، مجلس تحقیقات و نشریات اسلام، لکھنؤ، 2004ء، جلد 5، ص 227

⁵⁵ شاہ ولی اللہ دہلوی، حجتہ اللہ البالغہ، مترجم: مولانا عبدالحق حقانی، فرید بک اسٹال، لاہور، 2015ء، جلد 1، ص 131

⁵⁶ شاہ ولی اللہ دہلوی، از الہ الخلفاء عن خلافتہ الخلفاء، مترجم: مولانا محمد سرور، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، 2013ء، جلد 1، ص 83

⁵⁷ شاہ ولی اللہ دہلوی، حجتہ اللہ البالغہ، جلد 1، ص 133

⁵⁸ ڈاکٹر محمد بشیر سیالکوٹی، شاہ ولی اللہ کا سیاسی و معاشی نظریہ، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، 1998ء، ص 132

⁵⁹ ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی، شاہ ولی اللہ: حیات و افکار، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، 2000ء، ص 255

اجتماعی ذمہ داری کے تصور کے تحت شاہ ولی اللہ اس بات پر زور دیتے ہیں کہ معاشرہ صرف افراد کا مجموعہ نہیں بلکہ ایک باہم مربوط اکائی ہے۔ اگر کسی فرد یا طبقے کو نقصان پہنچے تو اس کے اثرات پورے معاشرے پر مرتب ہوتے ہیں۔ اسی لیے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو وہ اجتماعی اصلاح کا بنیادی اصول قرار دیتے ہیں جو معاشرتی توازن اور اخلاقی استحکام کو برقرار رکھتا ہے۔⁶⁰

ان کے مطابق معاشرتی فلاح صرف معاشی امداد تک محدود نہیں بلکہ تعلیم، عدل، اخلاقی تربیت اور سماجی شعور کی ترقی بھی اس کا حصہ ہیں۔ ایک فلاحی معاشرہ وہ ہے جہاں علم عام ہو، انصاف قائم ہو اور افراد کے درمیان اعتماد اور تعاون کا ماحول موجود ہو۔⁶¹

فلسفہ ارتقاقات کے مطابق اگر معاشرے میں دولت اور وسائل کی غیر منصفانہ تقسیم ہو جائے تو طبقاتی کشمکش جنم لیتی ہے جو سیاسی عدم استحکام کا باعث بنتی ہے۔ اس لیے ریاست کو ایسے نظام قائم کرنے چاہئیں جو معاشی توازن اور سماجی انصاف کو فروغ دیں۔⁶²

عصر حاضر میں شاہ ولی اللہ کا تصور معاشرتی فلاح ایک رہنما اصول کی حیثیت رکھتا ہے، خصوصاً ان معاشروں میں جہاں غربت، بے روزگاری اور عدم مساوات جیسے مسائل عام ہیں۔ ان کا نظریہ اس بات کی طرف رہنمائی کرتا ہے کہ پائیدار ریاست وہی ہے جو اپنے تمام شہریوں کی فلاح کو یکساں اہمیت دے۔

فلسفہ ارتقاقات کی عصری سیاسی اہمیت

جدید سیاسی مسائل اور فلسفہ ارتقاقات

• جدید مغربی سیاسی افکار

جدید سیاسی نظریات میں ریاست کو ایک قانونی، ادارہ جاتی اور معاہداتی (contractual) وجود کے طور پر دیکھا جاتا ہے۔ جان لاک کے مطابق ریاست فرد کے فطری حقوق کے تحفظ کے لیے وجود میں آتی ہے، اور حکومت کی حیثیت ایک ایسے معاہدے کی ہوتی ہے جو عوامی رضامندی پر قائم ہو۔⁶³

جان رالز (John Rawls) کے مطابق ایک منصفانہ معاشرہ وہ ہے جس میں بنیادی آزادیوں اور وسائل کی تقسیم "fair equality of opportunity" کے اصول پر کی جائے، تاکہ معاشرتی انصاف کو یقینی بنایا جاسکے۔⁶⁴

میکس ویبر کے مطابق جدید ریاست کی بنیادی خصوصیت یہ ہے کہ وہ مخصوص جغرافیائی حدود میں جائز طاقت (legitimate force) کے استعمال پر اجارہ داری رکھتی ہے، اور یہی اسے دیگر سماجی اداروں سے ممتاز بناتا ہے۔⁶⁵

جدید فلاحی ریاست (Welfare State) کے نظریے کے مطابق ریاست صرف امن و امان کی ذمہ دار نہیں بلکہ تعلیم، صحت، روزگار اور سماجی تحفظ کی فراہمی بھی اس کی بنیادی ذمہ داری ہے۔⁶⁶

⁶⁰ شاہ ولی اللہ دہلوی، ازالۃ الخفاء عن خلافت الخلفاء، مترجم: مولانا محمد سرور، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، 2013ء، جلد 1، ص 87

⁶¹ شاہ ولی اللہ دہلوی، حجتہ اللہ البالغہ، مترجم: مولانا عبدالحق حقانی، فرید بک اسٹال، لاہور، 2015ء، جلد 1، ص 135

⁶² شاہ ولی اللہ دہلوی، حجتہ اللہ البالغہ، مترجم: مولانا عبدالحق حقانی، فرید بک اسٹال، لاہور، 2015ء، جلد 1، ص 135

⁶³ ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی، شاہ ولی اللہ: حیات و افکار، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، 2000ء، ص 262

⁶⁴ ڈاکٹر محمد بشیر سیالکوٹی، شاہ ولی اللہ کا سیاسی و معاشی نظریہ، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، 1998ء، ص 145

⁶⁵ John Locke, Two Treatises of Government, 1689, p. 123.

⁶⁶ John Rawls, A Theory of Justice, Harvard University Press, 1971, p. 60.

• شاہ ولی اللہ کے فلسفہ ارتقا قات سے تعلق

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے مطابق ریاست انسانی تمدن کی ایک فطری ضرورت ہے جو عدل، تعاون اور اجتماعی فلاح کو منظم کرنے کے لیے وجود میں آتی ہے۔ ان کے فلسفہ ارتقا قات میں فرد، معاشرہ اور ریاست ایک مربوط نظام کی صورت میں کام کرتے ہیں، جس کا مقصد اجتماعی توازن اور انسانی فلاح ہے۔

• تقابلی و تجرباتی نتیجہ

اگر جدید مغربی سیاسی نظریات اور شاہ ولی اللہ کے فلسفہ ارتقا قات کا تقابلی جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ جدید ریاستی فکر زیادہ تر قانونی ڈھانچے، ادارہ جاتی کنٹرول اور فردی حقوق کے تحفظ پر مرکوز ہے، جس سے ایک مضبوط administrative system تو تشکیل پاتا ہے، لیکن اخلاقی اور سماجی ہم آہنگی بعض اوقات کمزور ہو جاتی ہے۔

اس کے برعکس شاہ ولی اللہ کا فکری نظام ریاست کو ایک اخلاقی اور فلاحی ذمہ داری کے طور پر دیکھتا ہے، جہاں قانون کے ساتھ ساتھ اخلاق، ذمہ داری اور اجتماعی خیر بنیادی اصول ہیں۔

نتیجتاً ایک مؤثر اور متوازن ریاستی ماڈل وہ ہو سکتا ہے جس میں جدید سیاسی نظام کی ادارہ جاتی مضبوطی اور شاہ ولی اللہ کے فلسفے کی اخلاقی و فلاحی روح کو یکجا کیا جائے۔ اس امتزاج سے ایسا نظام حکومت وجود میں آ سکتا ہے جو نہ صرف مؤثر ہو بلکہ انسانی، اخلاقی اور سماجی طور پر بھی متوازن ہو۔

گورننس، احتساب اور قانون کی بالادستی

• جدید مغربی سیاسی افکار

جدید سیاسی و انتظامی فکر میں "Good Governance" کو ریاستی کامیابی کا بنیادی معیار سمجھا جاتا ہے۔ ورلڈ بینک کے مطابق مؤثر گورننس وہ ہے جس میں ریاستی ادارے شفافیت، احتساب، قانون کی بالادستی اور عوامی خدمات کی مؤثر فراہمی کو یقینی بناتے ہیں۔⁶⁷

اسی طرح "Rule of Law" جدید آئینی ریاست کا بنیادی ستون تصور کیا جاتا ہے، جس کے مطابق قانون سب افراد اور اداروں پر یکساں طور پر لاگو ہوتا ہے اور کوئی فرد قانون سے بالاتر نہیں ہوتا۔ اقوام متحدہ کے ترقیاتی پروگرام (UNDP) کے مطابق قانون کی بالادستی کے بغیر نہ تو پائیدار ترقی ممکن ہے اور نہ ہی سیاسی استحکام حاصل کیا جاسکتا ہے۔⁶⁸

احتساب (Accountability) جدید جمہوری نظام کا ایک بنیادی اصول ہے، جس میں حکمران ادارے عوام کے سامنے جوابدہ ہوتے ہیں۔ ٹرانسپیرینسی انٹرنیشنل کے مطابق بدعنوانی کے خاتمے کے لیے مضبوط احتسابی ڈھانچہ اور شفاف ادارے ناگزیر ہیں۔⁶⁹

• شاہ ولی اللہ کے فلسفہ ارتقا قات سے تعلق

شاہ ولی اللہ کے فلسفہ ارتقا قات میں ریاست کو صرف ایک انتظامی ادارہ نہیں بلکہ ایک اخلاقی و فلاحی ذمہ داری کا نظام سمجھا جاتا ہے، جہاں عدل، انصاف اور اجتماعی خیر بنیادی اصول ہیں۔ ان کے مطابق ریاست کا اصل مقصد ظلم کا خاتمہ اور معاشرتی توازن کا قیام ہے، جو گورننس اور احتساب کے حقیقی اسلامی تصور کی بنیاد فراہم کرتا ہے۔

⁶⁷Max Weber, Economy and Society, 1978, p. 56.

⁶⁸Richard Titmuss, Essays on the Welfare State, 1958, p. 31.

⁶⁹World Bank, Worldwide Governance Indicators, 2022, p. 5.

(ج) تقابلی و تجزیاتی نتیجہ

جدید مغربی گورننس ماڈل ادارہ جاتی مضبوطی، شفافیت اور قانونی ڈھانچے پر زور دیتا ہے، جس سے ریاستی نظام نسبتاً زیادہ منظم اور قابل کنٹرول ہو جاتا ہے۔ تاہم عملی سطح پر اکثر دیکھا گیا ہے کہ مضبوط اداروں کے باوجود اخلاقی زوال، بدعنوانی اور عوامی اعتماد میں کمی جیسے مسائل برقرار رہتے ہیں، جس سے نظام کی روح متاثر ہوتی ہے۔ اس کے برعکس شاہ ولی اللہ کا فکری نظام گورننس کو صرف قانونی یا انتظامی عمل نہیں سمجھتا بلکہ اسے ایک اخلاقی ذمہ داری قرار دیتا ہے، جس میں حکمران اور ادارے دونوں اللہ اور عوام کے سامنے جوابدہ ہوتے ہیں۔ اس تصور میں احتساب صرف ادارہ جاتی نہیں بلکہ اخلاقی اور دینی بنیادوں پر بھی قائم ہے۔ نتیجتاً ایک متوازن اور موثر ریاستی ماڈل وہی ہو سکتا ہے جس میں جدید گورننس کے ادارہ جاتی ڈھانچے کو برقرار رکھتے ہوئے اس میں اخلاقی احتساب، دیانت اور اجتماعی ذمہ داری کے اصول شامل کیے جائیں۔ اس امتزاج سے ایک ایسا نظام حکومت تشکیل پا سکتا ہے جو نہ صرف موثر ہو بلکہ اخلاقی طور پر بھی مستحکم اور عوام دوست ہو۔

فلاحی ریاست اور سماجی انصاف

• جدید مغربی سیاسی افکار

جدید سیاسی فکر میں "فلاحی ریاست" (Welfare State) کا تصور بیسویں صدی کے بعد خاص طور پر یورپ میں نمایاں ہوا۔ اس تصور کے مطابق ریاست کی ذمہ داری صرف قانون و نظم قائم کرنا نہیں بلکہ شہریوں کو بنیادی سماجی تحفظ، صحت، تعلیم اور روزگار کی سہولیات فراہم کرنا بھی ہے۔ رچرڈ ٹیٹموس کے مطابق فلاحی ریاست ایک ایسا نظام ہے جو دولت اور وسائل کی منصفانہ تقسیم کے ذریعے سماجی ناہمواری کو کم کرنے کی کوشش کرتا ہے۔⁷⁰ امارتہ سین کے مطابق ترقی (Development) کا اصل پیمانہ صرف معاشی نمو نہیں بلکہ انسانی آزادی اور بنیادی صلاحیتوں (Capabilities) کی توسیع ہے۔ ان کے نزدیک سماجی انصاف اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتا جب تک ہر فرد کو اپنے امکانات کو بروئے کار لانے کے مساوی مواقع نہ ملیں۔⁷¹ اسی طرح جدید سماجی پالیسی کے ماہرین کے مطابق فلاحی ریاست کا بنیادی مقصد غربت میں کمی، معاشی عدم مساوات کا خاتمہ اور کمزور طبقات کا تحفظ ہے، تاکہ معاشرتی استحکام کو یقینی بنایا جاسکے۔⁷²

• شاہ ولی اللہ کے فلسفہ ارتقاات سے تعلق

شاہ ولی اللہ کے فلسفہ ارتقاات میں سماجی انصاف کو انسانی تمدن کی بنیاد قرار دیا گیا ہے۔ ان کے مطابق ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ معاشرے میں توازن قائم کرے، کمزور طبقات کا تحفظ کرے اور وسائل کی غیر منصفانہ تقسیم کو روکے، تاکہ اجتماعی فلاح کا نظام قائم رہ سکے۔

• تقابلی و تجزیاتی نتیجہ

جدید فلاحی ریاست شہریوں کو معاشی اور سماجی تحفظ فراہم کرنے پر زور دیتی ہے، جس سے غربت میں کمی اور معیار زندگی میں بہتری آتی ہے۔ تاہم بعض اوقات اس نظام میں ریاستی انحصار (state dependency) بڑھ جاتا ہے اور افراد کی خود انحصاری کمزور ہو جاتی ہے۔ اس کے برعکس شاہ ولی اللہ کا تصور فلاح صرف ریاستی امداد تک محدود نہیں بلکہ اخلاقی ذمہ داری، اجتماعی تعاون اور معاشرتی توازن پر مبنی ہے۔ اس میں فرد اور ریاست دونوں کو ذمہ دار بنایا جاتا ہے تاکہ سماج خود کفیل اور متوازن رہے۔ نتیجتاً ایک بہتر اور پائیدار ماڈل وہی ہو سکتا ہے جس میں جدید فلاحی ریاست کی ادارہ جاتی سہولیات کو شاہ ولی اللہ کے اخلاقی و اجتماعی توازن کے تصور کے ساتھ یکجا کیا جائے۔ اس سے نہ صرف معاشی انصاف ممکن ہو گا بلکہ معاشرتی استحکام بھی مضبوط ہو گا۔

⁷⁰United Nations Development Programme (UNDP), Governance for Sustainable Development, 2021, p. 18.

⁷¹Transparency International, Global Corruption Report, 2023, p. 9.

⁷²Richard Titmuss, Essays on the Welfare State, 1958, p. 31.

پاکستان اور مسلم دنیا کے تناظر میں فلسفہ ارتقاقت کی افادیت

• جدید مسلم دنیا اور سیاسی و انتظامی چیلنجز

آج کی مسلم دنیا کو جن بنیادی سیاسی و سماجی چیلنجز کا سامنا ہے ان میں ادارہ جاتی کمزوری، سیاسی عدم استحکام، بدعنوانی، کمزور گورننس، اور معاشی عدم مساوات شامل ہیں۔ مختلف بین الاقوامی رپورٹس کے مطابق کئی مسلم ممالک میں ریاستی ادارے پالیسی کے تسلسل، شفافیت اور احتساب کے معیار پر مکمل طور پر پورا نہیں اترتے، جس کے نتیجے میں ترقی کا عمل متاثر ہوتا ہے۔⁷³

پاکستان کے تناظر میں بھی یہی صورت حال دیکھی جاسکتی ہے، جہاں بار بار کی سیاسی تبدیلیاں، ادارہ جاتی عدم ہم آہنگی، اور پالیسیوں کے عدم تسلسل نے گورننس کے نظام کو کمزور کیا ہے۔

ماہرین معیشت و سیاسیات کے مطابق یہ مسائل صرف قانونی اصلاحات سے حل نہیں ہو سکتے بلکہ ایک جامع فکری و اخلاقی اصلاحی ماڈل کی ضرورت ہے۔⁷⁴

• شاہ ولی اللہ کے فلسفہ ارتقاقت سے رہنمائی

شاہ ولی اللہ کا فلسفہ ارتقاقت مسلم معاشروں کے لیے ایک ہمہ گیر فکری بنیاد فراہم کرتا ہے جس میں ریاست، معاشرہ اور فرد کو ایک مربوط نظام کے طور پر دیکھا جاتا ہے۔ ان کے مطابق ریاست کا بنیادی مقصد عدل، اجتماعی فلاح اور معاشرتی توازن کا قیام ہے، جو آج کے دور کے سیاسی بحرانوں کے حل میں بنیادی رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ ان کا تصور اس بات پر زور دیتا ہے کہ جب تک اخلاقی اصلاح، اجتماعی ذمہ داری اور عدل اجتماعی کو ریاستی نظام کا حصہ نہیں بنایا جاتا، اس وقت تک کوئی بھی سیاسی نظام دیر پا استحکام حاصل نہیں کر سکتا۔

• تقابلی و تجرباتی نتیجہ

اگر پاکستان اور دیگر مسلم ممالک کے موجودہ سیاسی و انتظامی نظام کا جائزہ لیا جائے تو واضح ہو تا ہے کہ ان میں ادارہ جاتی اصلاحات کی ضرورت تو موجود ہے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ ایک مضبوط اخلاقی اور فکری بنیاد بھی ناگزیر ہے۔ صرف مغربی طرز کی اصلاحات بعض اوقات ادارہ جاتی بہتری تو پیدا کرتی ہیں، لیکن معاشرتی اخلاقی بحران کو مکمل طور پر حل نہیں کر سکتیں۔

اس کے برعکس شاہ ولی اللہ کا فلسفہ ارتقاقت ایک ایسا متوازن ماڈل پیش کرتا ہے جس میں ریاستی اداروں کی مضبوطی کے ساتھ ساتھ اخلاقی تربیت، عدل، اور اجتماعی ذمہ داری کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔

لہذا پاکستان اور مسلم دنیا کے لیے سب سے مؤثر راستہ یہ ہے کہ جدید گورننس ماڈلز کو برقرار رکھتے ہوئے ان میں شاہ ولی اللہ کے فلسفہ ارتقاقت کی اخلاقی، سماجی اور فلاحی روح کو شامل کیا جائے۔ اس امتزاج سے ایک ایسا ریاستی نظام وجود میں آ سکتا ہے جو نہ صرف ادارہ جاتی طور پر مضبوط ہو بلکہ اخلاقی اور سماجی لحاظ سے بھی پائیدار اور متوازن ہو۔

نتائج تحقیق

1. اس تحقیق سے یہ حقیقت واضح ہوئی کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے سیاسی، سماجی اور تمدنی زوال کے ایک نازک دور میں ایک ایسا جامع فکری نظام پیش کیا جو فرد، معاشرہ اور ریاست کے باہمی تعلق کو متوازن انداز میں منظم کرتا ہے۔ ان کی سیاسی فکر محض اقتدار کے حصول یا ریاستی نظم تک محدود نہیں بلکہ عدل اجتماعی، اخلاقی اصلاح، عوامی فلاح اور اجتماعی ذمہ داری کے اصولوں پر استوار ہے۔

⁷³OECD, Social Policy and Welfare Systems Report, 2020, p. 14.

⁷⁴OECD, Social Policy and Welfare Systems Report, 2020, p. 14.

2. تحقیق سے یہ بھی ثابت ہوا کہ فلسفہ ارتقاات انسانی تمدن اور معاشرتی ارتقاء کی ایک جامع تعبیر پیش کرتا ہے، جس میں انسانی ضروریات، خاندانی نظام، ریاستی نظم اور بین الاقوامی تعلقات کو ایک مربوط سلسلے کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔ شاہ ولی اللہ کے نزدیک ان تمام مراحل کے درمیان توازن ہی ایک مستحکم اور ترقی یافتہ معاشرے کی بنیاد ہے۔
3. مزید یہ نتیجہ سامنے آیا کہ شاہ ولی اللہ کے تصور ریاست میں عدل، شورا، دینیت، دیانت دار قیادت اور عوامی فلاح کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ ان کے مطابق سیاسی استحکام کا انحصار صرف طاقت یا اداروں پر نہیں بلکہ اخلاقی اقدار، انصاف اور عوامی اعتماد پر ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے ریاست کو ایک اخلاقی اور فلاحی ادارے کے طور پر پیش کیا ہے۔
4. تحقیق کے تقابلی مطالعے سے یہ بات بھی واضح ہوئی کہ جدید مغربی سیاسی نظریات اگرچہ گورننس، قانون کی بالادستی، احتساب اور ادارہ جاتی نظم جیسے اہم اصول فراہم کرتے ہیں، تاہم ان میں اخلاقی اور روحانی بنیاد نسبتاً گمراہ دکھائی دیتی ہے۔ اس کے برعکس شاہ ولی اللہ کا فلسفہ ارتقاات سیاسی نظم کو اخلاقی ذمہ داری اور اجتماعی فلاح کے ساتھ جوڑتا ہے، جو جدید ریاستی نظام کی ایک اہم فکری تشکیل ثابت ہو سکتا ہے۔
5. آخر میں تحقیق سے یہ نتیجہ اخذ کیا گیا کہ پاکستان اور مسلم دنیا کو درپیش سیاسی، انتظامی اور سماجی مسائل کے حل کے لیے جدید گورننس کے مؤثر ادارہ جاتی ڈھانچے کو شاہ ولی اللہ کے عدل، احتساب، شورا، دینیت، اخلاقی قیادت اور اجتماعی فلاح کے اصولوں کے ساتھ ہم آہنگ کرنا ضروری ہے۔ یہی امتزاج ایک ایسے مضبوط، متوازن اور پائیدار ریاستی نظام کی تشکیل میں معاون ہو سکتا ہے جو عصری تقاضوں کے ساتھ اسلامی فکری روایت سے بھی ہم آہنگ ہو۔

Bibliography

1. Ahmad, Khurshid. (1980). Islamic Renaissance in South Asia. Lahore: Islamic Publications.
2. Al-Dihlawi, Shah Wali Allah. (1992). Hujjat Allah al-Balighah. Beirut: Dar al-Kutub al-'Ilmiyyah.
3. Al-Dihlawi, Shah Wali Allah. (2003). Al-Budur al-Bazighah. Beirut: Dar al-Kutub al-'Ilmiyyah.
4. Al-Dihlawi, Shah Wali Allah. (2010). Izalat al-Khafa 'an Khilafat al-Khulafa. Beirut: Dar al-Kutub al-'Ilmiyyah.
5. Azad, Abul Kalam. (2008). Tarjuman al-Qur'an. Lahore: Idarah Tarjuman al-Qur'an.
6. Baljon, J. M. S. (1986). Religion and Thought of Shah Wali Allah Dihlawi. Leiden: E. J. Brill.
7. Ghazi, Mahmood Ahmad. (2009). Muhadarat-e-Qur'ani. Lahore: Al-Faisal Nashran.
8. Islahi, Amin Ahsan. (2004). Tadabbur-e-Qur'an. Lahore: Faran Foundation.
9. Nadvi, Abul Hasan Ali. (1999). Tarikh-e-Da'wat wa Azimat. Lucknow: Academy of Islamic Research and Publications.
10. Qasmi, Muhammad Taqi Usmani. (2011). Islam aur Siyasat. Karachi: Maktabah Ma'arif al-Qur'an.
11. Rahman, Fazlur. (1982). Islam and Modernity: Transformation of an Intellectual Tradition. Chicago: The University of Chicago Press.



12. Siddiqi, Muhammad Nejatullah. (2001). Muslim Political Thought. Leicester: The Islamic Foundation.
13. Sulaiman, Khalid Masud. (2000). Shah Wali Allah's Philosophy of Islamic Law. Islamabad: Islamic Research Institute.
14. Zaman, Muhammad Qasim. (2012). Modern Islamic Thought in a Radical Age. Cambridge: Cambridge University Press.
15. Zia-ul-Hasan Faruqi. (1981). Shah Wali Allah and His Times. Lahore: Sh. Muhammad Ashraf.